سورہ النساء میں مذکور انسانی حقوق کا مطالعہ تفسیر الاکلیل کی روشنی میں

The study of human rights mentioned in Surah An-Nisa 'in the light of Tafsir al-Akleel

عین الدین*

پروفیسر ڈاکٹر عبدالعلی اچکزئی**

ABSTRACT:

Since the matters of administration mentioned in surah a nisa are of two kinds. there are some matters that relate to the public some with the common masses and some with the authorities too accordingly, this surah is divided into two parts the first part is an essential discussion of surah an-nisa is from the beginning to the end of the day (verse 86). while, the other part starts from the commands of allah to masses to deliver depositions to their owners. While ends at the verse that allah has the powers over everything. the rules of subjects are described and in the second part the sultanate powers are described and after each part the real issue of monotheism was explained in the first part, with a brief and after the second part the purpose of the rulings in detail is described which is focused upon the fact that not to deprive one another of their rights and not to oppress one another .and the other part which is for the rulers' states that neither be cruel nor let cruelity. in the start it is told to the masses to obey and act upon the instructions of Islam otherwise allah will finish sinners in the hereafter. if is further told that three matters can save you from the curse of almighty allah first, to be merciful and not cruel second, do not commit polytheism. third, be amiable to the people the summary of the rules of obedience is that one should not do injustice after those the other two issues are mentioned .

Keywords: Surah An-Nisa, Tafsir al-Akleel, polytheism, human rights.

علامہ سیوطیؒ کا مختصر تعارف:

آپ کا نام عبد الرحمن، لقب جلال الدین، کنیت ابوالفضل ہے اور پورہ نسب نامہ یوں ہے، عبد الرحمن جلال الدین، بن ابی بکر محمد کمال الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین السیوطیؒ۔ آپ سیوط کی طرف منسوب ہے جو نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شر ہے، آپ اسی شہر میں بعد مغرب یکم رجب(894ھ)کو پیدا ہوئے۔ آپ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ 855ھ میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے، حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے، جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی بھی تھے، انہوں نے آپ کی طرف پوری توجہ کی، چنانچہ آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظ قرآن کریم سے فارغ ہو کر عمدہ، منہاج، اصول الفیہ ابن مالکؒ وغیرہ کتابیں حفظ کیں، علامہ محی الدین کافجی کی خدمت میں چودہ سال تک رہے۔ آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث کی سب سے

*M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta

**Professor / Chairman, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta.

بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا: مجھے دولاکھ آحادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتی توان کو بھی یاد کرتا۔

آپ نے کئی کتب تصنیف کی ہیں جن کی شمار بقول مالکیؒ پانچ سو سے اوپر ہے جو کہ آپ کی مجتہدانہ بصیرت اور کثرت معلومات کے شاہد عدل ہیں، سب سے پہلے آپ نے شرح استعاذو بسملہ تالیف کی اسکے بعد مسلسل لکھتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر فن میں آپ کی تصنیف بلکہ بعض علوم میں کئی کئی تالیف موجود ہیں، علوم قرآن پر آپ کی تالیف "الاتقان فی علوم القرآن "مشہور کتاب ہے جو آپ نے سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم وبیش چار سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچایا، آپؒ شب جمعہ 19 جمادی الاولی 911ھ کو وفات پائے۔[1]

تفسیر الاکلیل کا مختصر تعارف:

علامہ سیوطیؒ نے تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل "عمدہ طریقہ سے تصنیف کیا جو کہ کئی جہتوں سے ممتاز ہے، اس تفسیر کی خوبیوں میں سے اہم خوبی ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے جس مختصر واحسن انداز سے احکام کی تفصیل بیان کیا ہے وہ بہت ہی کم دیگر تفاسیر میں میسر ہوگا، علامہ سیوطیؒ مسلک شافعی کی تفصیل کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کا تذکرہ بھی کرتے ہیں، اس واسطے یہ تفسیر علماء کرام کیلئے ایک انمول موتی ہے۔

انسانی حقوق سورۃ نساء کی روشنی میں

سورۃ نساء میں اللہ تعالی نے مختلف احکام ذکر فرمایاہے خاص کر انسانی حقوق پر تفصیلی بحث فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا[2]

ترجمہ: اور اللہ تعالی کی عبادت کیا کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا کرو اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کیا کرو اور قرابت ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ اور پاس بیٹھنے والا دوستوں کے ساتھ بھی اور مسافر اور غلاموں کے ساتھ بھی (نیکی کیا کرو) بیشک اللہ تعالی کو اترانے والے شیخی مارنے والے پسند نہیں۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ اپنی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: فیھا من شعب الایمان عبادۃ اللہ وعدم الاشراک بہ وبر الوالدین وصلۃ ذوي القربي والیتامي والمساکین وابن السبیل والمملوکین والاحسان الي الجار الذي بینك وبینہ قرابۃ والجار الذي لا قرابۃ بینك وبینہ الصاحب بالجنب ، وفسرہ ابن عباس ؛بالرفیق، زاد مجاھد : في السفر ، وقال زید ابن اسلم ھو جلیسك في الحضر، ورفیقك في السفر ، وفسرہ علي وابن مسعود : بالمرآۃ اخرجھما ابن ابي حاتم۔[3]

ترجمہ: اس آیت میں ایمان کی شعبے بیان کئے گئے ہیں، وہ یہ کہ اللہ تعالی کی عبادت کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، والدین کے ساتھ نیکی کابرتاو کیا جاے، اقرباء، مساکین، یتیموں اور مسافر کے ساتھ صلہ رحمی کیا جاے۔ پڑوس خواں رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، کے ساتھ احسان کابرتاو کیا جاے۔ صاحب جنب سے مراد حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق ساتھی ہے اور حضرت قتادہؓ کی تفسیر کے مطابق سفر کا ساتھی ہے زید بن اسلمؒ اسے وہ ساتھی مراد لیتے ہے کہ حضر وسفر دونوں میں آپ کے ساتھ ہو حضرت علیؓ اور حضرت ابن

مسعودؓ کہتے ہیں کہ اسے مراد بیوی ہے، اسے ابن ابی حاتمؒ نے نقل کیا ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے ساتھ چند دیگر افراد کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ ان کے حقوق کا خیال رکھا جاے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، وہ والدین، قرابت دار، یتیم، مسکین، پڑوسی، ہمنشین، راہ گیر، غلام، باندی اور ملازم ہیں۔

یہاں بطور تمہید ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے اپنی اطاعت و عبادت اور توحید کا ذکر فرمایا ہے، بعد میں دیگر حقوق بیان کیا ہے اب اللہ تعالی نے دیگر حقوق سے پہلے مضمون عبادت اور توحید کیوں ذکر فرمایا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں: "بیان حقوق سے پہلے مضمون عبادت اور توحید کو ذکر کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالی کا خوف اور اس کے حقوق کا اہتمام نہ ہو تو اس سے دنیا میں اور کسی کی حقوق کی اہتمام کی کیا امید رکھے جاسکتے ہیں، برادری، سوسائٹی کی شرم یا حکومت کی قانون سے بچنے کیلئے راہیں ڈھونڈ لیتا ہے وہ چیز جو انسان کو انسانی حقوق کے احترام پر حاضر وغائب مجبور کرنے والی ہیں، وہ صرف خوف خدا اور تقوی ہے اور یہ خوف و تقوی صرف توحید کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اسلیئے مختلف تعلقات اور رشتہ والوں کے حقوق کی تفصیل سے پہلے اللہ تعالی کی توحید و عبادت کی یاد دہانی مناسب تھی۔"[4]

گویا اللہ تعالی نے تمام حقوق سے پہلے توحید اور اپنی عبادت ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ان (حقوق) پر عمل تب ممکن ہو گا جب انسان اپنے اندر تقوی پیدا کرے اور اللہ تعالی کے تمام حقوق بجالائے، خصوصا شرک نہ کرے اور کما حقہ اللہ تعالی کی عبادت کرے، اب عبادت کیا ہے عبادت کیسے کرے؟ درج ذیل عبارت سے اس کی وضاحت معلوم ہوتی ہے۔

عبادت کی تعریف:

قاضی ثناء اللہؒ عثمانی نے عبادت کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں:

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ فی الصحاح العبودية اظهار التذلل والعبادة ابلغ منها لانها غاية التذلل ولا يستحقها الا من له غاية العظمة ونهاية الإفضال[5] .

ترجمہ: (وَاعْبُدُوا اللّٰہَ) صحاح (کتاب ہے) میں ہے کہ عبدیت اظہار تذلل یعنی عاجزی ظاہر کرنے کا نام ہے، عبادت اس (عبدیت) کا اعلی درجہ ہے کیونکہ یہ (عبادت) انتہائی درجہ کی تذلل اور عاجزی ہے، اور یہ اس ذات کیلئے جاتا ہے جو غایۃ عظمت والا ہو اور سب سے زیادہ فضل والا ہو۔

یعنی عبد (انسان) عبدیت سے مشتق ہے لہذا اس میں بھی وہی معنی ہونی چاہے جو عبد میں ملحوظ ہے یعنی انتہائی درجہ کی تذلل اور عاجزئی، اور یہ عبادت اس ذات کیلے ہو جو غایۃ اعلی درجہ کے فضیلت اور عظمت والا ہو جو کہ صرف اور صرف اللہ تعالی ہے۔ اب حقوق اللہ میں وہ کیا چیز ہے جس کا خیال زیادہ سے زیادہ رکھا جائے اور وہ کیا چیز ہے جسے انسان اپنے اپ کو روکھا جاے؟ اس کی وضاحت محمد بن عبد اللہ کی کتاب مشکوۃ المصابیح میں درج حدیث سے ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال كنت ردف النبي صلى الله عليه وسلم على حمار ليس بيني وبينه الا موءخرة الرحل فقال يا معاذ هل تدرى ما حق الله على عباده، وماحق العباد على الله ، قلت الله ورسوله اعلم ،قال فان حق الله على العباد ان يعبدوه ولا يشركوا

به شيئا ، وحق العباد على الله ان لايعذب من لايشرك به شيئا ، فقلت يا رسول الله الا ابشر به الناس قال لاتبشرهم فيتكلوا ۔ [6]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف (سواری پر پیچھے بیٹھنے والا) تھا، میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی چیز نہیں تھا، سوائے کجاوے کے لکڑی کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معاذ! اللہ تعالی کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ تعالی پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں پر اللہ تعالی کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، اور اللہ تعالی پر لوگوں کا حق یہ ہے کہ ان کو عذاب نہ دے، جس نے شرک نہ کیا ہو تو میں نے کہا، یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیدوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہیں بشارت نہ دو، ورنہ وہ (اس بات پر) توکل کرلیں گے۔

درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو چاہے کہ وہ شرک سے (خواں جلی ہو یا خفی) اپنے اپ کو بچایا جاے، کیونکہ شرک کرنے سے اللہ تعالی سخت ناراض ہوتا ہے اور اگر اسی شرک کرنے پر اس کو موت اجاے تو یہ ناقابل معافی جرم ہے اور اس کو مغفرت نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ابد الابد جہنم میں ہوگا، ہاں موت آنے سے پہلے اگر وہ اخلاص سے توبہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم رکھتا ہو تو اس کو معافی ہوسکتی ہے، یہ معافی صرف شرک کرنے تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر قسم گناہ کرنے کے بعد اخلاص سے توبہ ہو اور اس پر نادم اور شرمندہ ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو تو اس کو مغفرت ہوسکتی ہے، اللہ تعالی کے حق کے بعد دیگر حقوق انسانی کی طرف لوٹتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

(1) والدین کے حقوق:

آیت مذکورہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید ہے کہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے رہو اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں حقوق والدین کے متعلق اس سے زیادہ تفصیل موجود ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا [7]

ترجمہ: اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اگر پہنچ جاے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی اور جھکا دے ان کے کندھے عاجزی کر کر نیاز مندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے، خاص کر جب وہ بڑھاپے کی عمر پہنچ جاے یہ اسلیے کہ اس وقت محتاجی کا زمانہ ہوا کرتا ہے اور عقل وفہم بھی جواب دیتا ہے، اس واسطے اولاد کو حکم دیا گیا کہ اس وقت ان کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جاے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی شفیعؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آیات مذکورہ میں والدین کے بڑھاپے کی حالت کو پہونچنے کے وقت چند تاکیدی احکام دیے گیے ہیں اول یہ کہ ان کو اف بھی نہ کہے، لفظ اف سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو وہ بھی اس کلمہ اف میں داخل ہے دوسرا حکم (ولا تنہرھما) ہے اور لفظ نہر کے معنی جھڑکنے، ڈانٹنے کے ہیں اس کا سبب ایذا ہونا ظاہر ہے، تیسرا حکم (وقل لهما قولا كريما) ہے پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے اور

اس تیسرے حکم میں مثبت انداز سے والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھلایا گیا ہے، چوتھا حکم (وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ) جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنے اپکو عاجز وذلیل آدمی کی صورت میں پیش کرے، پانچواں حکم(وقل رب ارحمهما)ہے کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے ان کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرمائے، یہ اخری حکم ایسا وسیع اور عام ہے کہ والدین کے وفات کے بعد بھی جاری ہے جس کے زریعے وہ ہمیشہ والدین کی خدمت کر سکتا ہے۔"[8]

درج بالا وضاحت سے والدین کے حقوق کی اہمیت خوب معلوم ہوئی یہاں تک کہ ان کے سامنے اپنے اندر کی تکلیف بھی ظاہر نہ کیا جائے تاکہ یہ ان کے لئے پریشانی کا سبب نہ بن جائے، دیگر نافرمانی، ضرر، گالی اور گلوج تو بہت دور کی بات ہے جو کہ سب حرام ہے، امام غزالیؒ والدین اور دیگر اقرباء کے حقوق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا زندگی گزارتا ہے یا لوگوں کے ساتھ مل جل کر، کیوں کہ اپنے ہم جنسوں سے مل جل رکھے بغیر زندگی گزارنا دشوار ہے اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ مخالطت اور میل ملاقات کے آداب ضرور سیکھے، یہ آداب مختلف نوعیت کے ہے، ہر شخص کیلئے اس کے حق کے مطابق ادب ہے، اور حق کی کمی، زیادتی کا تعلق علاقے کی کو قوت یا ضعف سے ہے۔۔۔۔۔۔ ان میں سے ہر علاقے کے متعدد درجات ہیں۔ مثلا قرابت کا ایک حق ہے، لیکن قریب اگر محرم ہو تو غیر محرم کی بنسبت اس کا حق زیادہ ہے، اسی طرح محرم عزیزوں کا ایک حق ہے، لیکن والدین کا حق غیر والدین سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ہمسایہ کے حقوق بھی ہے، لیکن والدین کا حق غیر والدین سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ہمسایہ کے حقوق بھی ہیں، لیکن ان میں بھی مکان سے قربت یا بعد کا فرق لحاظ رکھا جائگا۔"[9]

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ حقوق میں بھی تفاوت ہے، سب سے زیادہ حق اللہ تعالی کا ہے اسی وجہ سے اگر ایک طرف اللہ تعالی کا حق ہو اور دوسری طرف والدین یا دوسروں کا حق ہو تو حق اللہ کو ترجیح ہوگی، یعنی اللہ تعالی کی نافرمانی کی صورت میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔ ہاں حقوق اللہ کی ادائیگی کے بعد والدین کے حقوق ہیں، اس واسطے اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے بعد والدین کا ذکر فرمایا، کیونکہ والدین ہی کے ذریعے اس کا وجود بخشا گیا ہے، اس واسطے اللہ تعالی نے ان کے ساتھ احسان کا ذکر تاکید سے فرمایا ہے، محمد بن أحمد اپنی تفسیر الجامع لأحكام القرآن میں یوں فرماتے ہیں:

قال العلماء فأحق الناس بعد الخالق المنان بالشكر والإحسان والتزام البر والطاعة له والإذعان من قرن الله الإحسان إليه بعبادته وطاعته وشكره بشكره وهما الوالدان فقال تعالى: { أن اشكر لي ولوالديك }[10]

ترجمہ: علماء نے فرمایا کہ حق تعالی کے بعد، لوگوں میں سے سب سے زیادہ، جس کا شکر ادا کیا جائے، اس کے ساتھ نیکی کا برتا کیا جائے اور اس کی اطاعت اور فرمان برداری کیا جائے، وہ ذات ہے جس کے ساتھ احسان کرنے کو، اللہ تعالی نے اپنی عبادت اور اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور اس کا شکر اپنے شکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے، وہ والدین ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں أن اشكر لي ولوالديك کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے۔

لہذا سب سے پہلے اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہے خواں قول سے ہو یا عمل سے یا اعتقاد سے، بعد میں والدین کا شکر ادا کرنا چاہے اور ان کے حقوق بجالانا چاہیے، اس کے متعلق ایک حدیث ہے جو امام ترمذیؒ اپنے کتاب میں ایک حدیث نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ سے افضل اعمال

کے متعلق پوچھا گیا ہے تو آپ ﷺ نے یہ جواب عنایت فرمایا ہے:

عن أبي عمرو الشيباني عن ابن مسعود قال : سألت رسول الله صلى الله عليه و سلم فقلت يا رسول الله أي الأعمال أفضل؟ قال الصلاة لميقاتها قلت ثم ماذا يا رسول الله ؟ قال بر الوالدين قلت ثم ماذا يا رسول الله قال الجهاد في سبيل الله[11]

ترجمہ: حضرت ابو عمرو شیبانیؒ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اعمال میں سے کون سے عمل سب سے اچھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اوقات میں نماز پڑھنا، پھر میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، پھر میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

درج بالا حدیث میں آپ ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، نماز کے بعد دوسرے درجہ میں ذکر فرمایا، جسے اس کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے۔ اب کیا کوئی شخص اپنے والدین کے ساتھ احسان اور خدمت کر کے جنت حاصل کر سکتا ہے؟ اس کی وضاحت ایک حدیث میں ہے یوں ہے: "ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک الود ہو، پھر فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک الود ہو، پوچھا گیا اللہ کے رسول! وہ کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے ماں باپ ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔"[12]

ماں باپ کے ساتھ نافرمانی کرنا (جسے عقوق کہا جاتا ہے) گناہ ہے، بلکہ کبیرہ گناہوں میں ایک کبیرہ گناہ ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اگر وہ وفات ہو تو ان کیلئے استغفار طلب کرے، ایصال ثواب کیلئے نوافل، صدقہ وغیرہ کا اہتمام کرے اور ان ہی کی وجہ ان کے اقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہے اور ان کا خیال رکھنا چاہے۔

(2) رشتہ داروں کے حقوق:

آیت مذکورہ میں قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، جیسا ارشاد خداوندی ہے:

وَبِذِي الْقُرْبَىٰ[13] "اور قرابت والوں کے ساتھ (نیکی کرو)"۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کا برتاو کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح متعدد جگہوں میں اس کی تاکید اور ترغیب دیا گیا ہے، چنانچہ سورۃ النحل میں ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[14]

ترجمہ: اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے اور تم کو سمجھاتا ہے کہ یاد رکھو۔

مذکورہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے اور اس میں اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے اسی جامعیت کی بنیاد پر یہ آیت خطبہ جمعہ اور عیدین میں تلاوت کی جاتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے عدل، احسان اور اہل قرابت کو بخشش اور تین چیزوں سے منع فرمایا ہے فحش کام، ہر برا کام اور ظلم و تعدی۔ مذکورہ اقسام کی تفصیل میں جانے سے ہٹ کر صرف (ایتاء ذی القربی) پر نظر ڈالا جائے کہ اس میں کتنی جامعیت ہے اور کتنے رموز و حکم۔ چناچہ مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں: "تیسرا حکم جو اس آیت میں دیا گیا ہے وہ (ایتاء ذی القربی) ہے ایتاء کے معنی ہے اعطاء یعنی کوئی چیز دینے کے ہے اور لفظ قربی کے معنی قرابت اور رشتہ داری کے ہیں، رشتہ دار کو کیا دینا ہے یہاں

اس کی تصریح نہیں ہے لیکن ایک دوسری آیت میں اس کا مفعول مذکور ہے (وات ذاالقربی حقہ) یعنی دو رشتہ دار کو اس کا حق، ظاہر یہی ہے کہ یہاں بھی یہی مفعول مراد ہے اس میں مالی خدمت کرنا بھی داخل ہے اور جسمانی بھی، بیمار پرسی بھی اور خبر گیری بھی، اگرچہ لفظ احسان میں رشتہ داروں کا حق ادا کرنا بھی داخل تھا مگر اس کو اس کی زیادہ اہمیت بتلانے کیلئے علیحدہ بیان فرمایا گیا۔"[15]

نیز اسی صورت کی ابتداء میں اللہ تعالی، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام[16]

ترجمہ: اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کا آپس میں واسطہ دے کر مانگا کرتے ہو اور قرابت کا بھی لحاظ رکھو۔

اب صلہ رحمی کیا ہے؟ اور اس کے مقابل قطع رحم ہے، اس کا تعریف کیا ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

صلہ رحمی کی تعریف:

مفتی شفیعؒ معارف القرآن میں اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"اپنے رشتہ داروں سے تعلقات وابستہ رکھنے کو صلہ رحمی اور ان سے بے توجہی و بے التفاتی کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"[17]

صلہ رحمی کے فوائد:

صلہ رحمی کے فوائد بہت ہیں، حکم خداوندی بجالاتے ہوئے دوسرا اہم فائدہ انسان کی عمر اور رزق میں برکت آتی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول ﷺ یقول من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ[18]

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی کشادہ ہو جائے اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ شخص صلہ رحمی کرے۔

صلہ رحمی قطع کرنے کی سزاء:

اب جو شخص صلہ رحمی قطع کرتا ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا ہے تو وہ شخص جنت نہیں جاسکتا، اس سے مراد دخول اوّلی ہے یا قطع رحم کی سزاء کاٹ کر پھر جنت جائیگا، اس کے متعلق امام بخاریؒ نے ایک حدیث نقل کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

ان جبیر بن مطعم اخبرہ انہ سمع النبی ﷺ یقول لا یدخل الجنۃ قاطع۔[19]

ترجمہ: جبیر ابن مطعمؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

لہذا صلہ راحمی نہ کرنے کی وجہ سے اپنے اپکو جنت سے محروم نہ کرے، حتی الوسع کوشش کیا جائے کہ یہ قائم اور دائم رہے۔

اچھے برتاو کا سب سے زیادہ حقدار:

اچھے برتاو یا صلہ رحمی کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ کہ اس کے ساتھ اچھا برتاو کیا جائے اور پھر کس کو مقدم رکھا جائے اور کس کو موخر؟ اس کی وضاحت بھی ایک حدیث میں ہے: عن ابی ہریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی؟ قال امك قال ثم من؟ ، قال امك ، قال ،ثم من ؟، قال امك، قال ،ثم من ؟، قال ابوك۔[20]

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ سب سے زیادہ کس کا حق ہے کہ میں اس کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کس کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کس کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کس کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے باپ۔

اب جو شخص اچھے برتاؤ کے بدلہ میں برائی سے پیش آتا ہے تو اس کے ساتھ اور اچھا برتاؤ کرنا چاہیے تاکہ وہ اگر انسان ہے، اپنے کیے ہوئے پر پشیمان ہو کر وہ بھی اچھائی کی طرف آجائیگا، اس طرح مناسب نہیں ہے کہ وہ نیکی کرے تو میں بھی نیکی کرونگا ورنہ نہیں تو یہ صلہ رحمی نہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

عن النبی ﷺ قال لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمہ وصلہا۔[21]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ فرماتے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناطہ جوڑنے والا وہ نہیں ہے جو نیکی کے بدلے نیکی کرے بلکہ ناطہ جوڑنے والا وہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ دار قطع رحمی کرے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

لہذا صلہ رحمی کرنے سے اللہ تعالی خوش ہو گا، عمر اور رزق میں برکت آجائیگی، رشتہ داروں کے حقوق ادا ہو جائنگے، وغیرہ وغیرہ۔

(3) یتیموں کے حقوق:

مذکورہ آیت میں یتیم کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ اسی سورۃ کی ابتداء میں فرماتے ہیں:

واتوا الیتامی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب[22]

ترجمہ: اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو برے مال کو اچھے مال سے۔

یتیم کے حقوق کے بارے میں اسلام نے بڑی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: "پیغمبر اسلام ﷺ جس عہد اور جس ماحول میں مبعوث ہوئے، اس میں سب سے زیادہ مظلوم تین طبقے تھے، یتیم، غلام اور خواتین، اس لیئے آپ ﷺ نے ان تینوں طبقوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین جس کثرت کے ساتھ فرمائی ہے، شاید ہی کسی اور طبقہ کے بارے میں اس قدر تاکید فرمائی ہو، یتیمی کا داغ چونکہ آپ نے خود ہی سہا تھا، اس لیے یقینا یتیموں کی مشکلات اور دشواریوں کا آپ ﷺ کو پوری طرح اندازہ رہا ہو گا، اس لیے احادیث میں بہت ہی عبرت خیز اور درد انگیز اسلوب میں یتیموں کے حقوق کی نگہداشت پر لوگوں کو متوجہ کیا گیا ہے۔"[23]

یتیم کے پرورش کرنے والے کے شریعت اسلام نے بڑے فضائل بیان فرمائے ہے، امام بخاریؒ نے اس کے بارے میں ایک حدیث نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

عن النبي قال أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وقال بإصبعيه السبابة (السباحة) والوسطى۔[24]

ترجمہ: سہل بن سعدؓ حضرت محمد ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔

نیز اسی سورۃ نساء کے شروع میں اللہ تعالی نے یتیم کے متعلق بہت تفصیل ذکر فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیموں کو سدھارنا

چاہیے، ہوشیاری آنے کے وقت ان کا مال واپس کرنا چاہیے۔یتیموں کا مال ضرورت اور حاجت سے زیادہ نہ کھانا چاہیے، جس کو حاجت نہ ہو تو مال یتم سے بچتا رہے، اگر کوئی محتاج ہو تو کھاوے لیکن موافق دستور، پھر جب ان کو حوالہ کرو ان کے مال تو گواہ کرلو اس پر، اسی طرح جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں، لہذا مسلمان کو چاہیے کہ یتیم کے مال سے دور رہے، اگر مجبوری ہو تو سوچ سمجھ کر اپنے نگرانی میں رکھیں یہاں تک کہ وہ بڑے ہو جائے اور حوالہ کرتے وقت گواہ بھی بنانا چاہیے تاکہ وہ متہم نہ رہے۔

(4) مساکین کے حقوق:

مسکین کی تعریف کرتے ہوئے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ: "آپؒ نے اس بارے میں تقریباً نو اقوال نقل کیا ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس سامان کفایت کا کچھ حصہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، بعضوں نے اس کے برعکس فقیر کو زیادہ محتاج اور مسکین کو کم محتاج مانا ہے ۔۔۔۔۔ اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔"[25]

اللہ تعالی نے بعض لوگوں کو مال دیا ہے اور بعض کو نہیں، یہ مال اللہ تعالی کی طرف سے ان پر ایک قسم نعمت ہے اور اس کا شکر، یہ ہے کہ وہ اپنے اموال سے خاص حصہ نکال کر ان لوگوں کو دے جن کے پاس مال نہ ہو، گویا وہ اللہ تعالی کی طرف سے نائب ہے اس چیز میں جس کا ضمان اللہ تعالی نے اپنے اوپر لیا ہو (یعنی رزق کا) اللہ تعالی فرماتے ہے:

وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها[26] "اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔"

لہذا جن لوگوں کو اللہ تعالی نے وسعت مال دیا ہے وہ اس پر شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بہت کم حصہ اپنے آس پاس مساکین کو کچھ نہ کچھ دیدیا کرے تاکہ وہ بھی اطمینان سے زندگی گزار سکیں ورنہ رحم دل انسان سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ پیٹ بھر کر آرام وسکون کیساتھ سو جائے اور اس کے پڑوس میں کوئی آدمی ہو جو بھوک کیوجہ سے مرنے کے قریب ہو یا اس کے گھر سے فریاد کے صدائیں گونج رہیں ہو۔

(5) پڑوسیوں کے حقوق:

آیت مذکورہ میں پڑوسیوں کے حقوق بھی بیان ہوئے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ[27] "اور قرابت ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ (نیکی کیا کرو)"۔ مذکورہ آیت میں پڑوسی کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا، پڑوسی خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی دونوں کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ آیت میں دونوں ذکر ہے وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ سے قرابت کا ہمسایہ اور وَالْجَارِ الْجُنُبِ سے اجنبی ہمسایہ مراد ہے۔ اسلام میں پڑوسیوں کے بہت حقوق بیان ہوئے ہیں یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ یہ گمان کرنے لگے کہ وہ میراث میں شریک نہ ہو جائے، درج ذیل آحادیث سے اس کی خوب وضاحت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: "جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو (کسی بھی قسم کی) تکلیف نہ پہنچائے۔"[28]

یعنی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانا، یہ تقاضا کرتا ہے کہ پڑوسی آپ کے شرور سے محفوظ ہو ورنہ یہ کامل ایمان نہ ہوگا کہ پڑوسی شر سے محفوظ نہ ہو اور امن سے نہ ہو، چنانچہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں، اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون شخص؟ آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے اور فتنہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔"29

لہذا معاشرہ میں خوشی اس وقت متصور ہو سکتی ہے جب سارے رہنے والے ایک دوسرے کا خیال رکھے عفو ودر گزر کے اصولوں کو سامنے رکھیں، ہر سربراہ تمام گھر والوں کو رحم دل بنائے، قومیت سے بالاتر ہو کر اسلامی اخوت قائم کرنے کو کوشش کرے اور وہ تمام حقوق جو پڑوسی کے متعلق ہو، سیکھیں اور اپنے اولاد کو سکھائیں۔

پڑوسیوں کے درمیان حقوق:

ابو حامد محمد الغزالیؒ احیاء العلوم میں پڑوسی کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پڑوسی کے بہت سے حقوق ہیں یہاں چند حقوق بطور اجمال ذکر کیے جاتے ہیں اسے سلام کرنے میں پہل کرے، گفتگو میں طوالت نہ دے، اور نہ بار بار اس کا حال پوچھے، اگر بیمار ہے تو اس کی عیادت کرے، مصیبت میں اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے، اس کے غم میں شریک رہے، اس کی خوشی پر خوش ہو، اس کو کسی قسم کے ایذاء نہ پہنچائے وغیرہ وغیرہ۔"[30]

اسی طرح اسلام میں ہمنشین، راہ گیر، غلام، باندی اور ملازموں کے بھی حقوق ہیں اور اسی طرح اسلام ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے، اگر طوالت کی فکر نہ ہوتا تو اس پر بھی تفصیل سے لکھتا، البتہ اتنا علم انسان کو ہونا چاہے کہ جو بھی، میں کسی حق ادا کرتا ہوں اور اسکے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرتا ہوں، اس کا اجر اللہ تعالی ضرور عنایت فرمائگا کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے:

ان اللہ لایضیع اجر االمحسنین۔[31] "اللہ تعالی احسان کرنے والوں کی اجر اور ثواب ضائع نہیں فرماتا ہے۔"

بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو یعنی صرف اللہ تعالی کیلئے ہو نہ کہ دیگر اغراض کیلئے، کیونکہ اس کا کوئی اعتبار نہیں یہاں تک کہ وضو بھی اگر گرمی دور کرنے کیلئے جائے تو صحیح نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام انسانی حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیتا ہے، جیسا کہ مذکورہ آیات اور احادیث سے ثابت ہوا، جن میں معاشرے کے صرف چند افراد کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے اسی طرح اگر اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ اسلام معاشرے میں رہنے والے تمام افراد بلکہ غیر مسلم ذمی وغیرہ کے حقوق بھی اسلام نے متعین کیا ہے، اسی طرح جانوروں کیلئے بھی حقوق متعین ہے اور ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے کہ ان کا چارہ اور پانی وغیرہ کا بروقت انتظام ہو، بوجھ اٹھانے میں ان کا خیال رکھنا چاہیے، اگر ذبح کرنا ہو تو چھوری تیز کرنا چاہیے، وغیرہ وغیرہ، ہمیں چاہیے کہ ہم پہلے اسلامی تعلیمات سیکھیں بعد میں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم دنیا میں ایک باشعور قوم کی حیثیت سے زندگی امن اور اطمینان کے ساتھ گزار سکیں اور آخرت میں بھی اللہ تعالی کی رحمت سے کامیاب اور سرخرو ہو کر فوز ابدی حاصل کریں۔

حوالہ جات

[1]مولانا محمد حنیف گنگوھی، ظفر المحصلین باحوال المصنفین، کراچی، دارالاشاعت (2000)، ص:39

[2]النساء36:4

[3]جلال الدین السیوطی، الاکلیل فی استنباط التنزیل، کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ، (س ن)، ص:73

[4] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف (2000ء)، ج:2، ص:407

[5] عثمانی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، کوئٹہ، مکتبہ فاروقیہ، (س ن)، ج:2، ص:96،95

[6] خطیب، محمد بن عبد اللہ مشکوۃ المصابیح، کوئٹہ، مکتبہ عمریہ، (س ن) کتاب الایمان، ح:24، ج:1، ص:13

[7] بنی اسرءیل:23،24

[8] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف (2000ء)، ج:5، ص:467،466

[9] ابو حامد محمد الغزالی، احیاء العلوم، مترجم ندیم الواجدی، کراچی، دار الاشاعت، (س ن)، ج:2، ص:308

[10] قرطبي، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربي، (س ن)، ج:7، ص:45

[11] محمد بن عیسی الترمذی، جامع الترمذی، لاهور، مکتبہ رحمانیہ، (س ن) ابواب الصلوة، ج: باب ماجاء فی وقت الاول من الفضل، ح:164، ج:1، ص:140

[12] القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1956ء، کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل صلۃ اصد قاء الاب والام، ح:6510، ج2، ص314

[13] النساء4:36

[14] النحل16:90

[15] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف (2000ء)، ج:5، ص:391

[16] النساء4:1

[17] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف (2000ء)، ج:2، 280

[18] البخاري، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمي کتب خانہ (1999)، کتاب الادب، باب من بسطہ فی الرزق لصلۃ الرحم، ح:5751، ج:2، ص:885،

[19] البخاري، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمي کتب خانہ (1999)، ایضا کتاب الادب، باب اثم القاطع، ح:5750، ج:2، ص:885،

[20] ایضا کتاب الادب، باب قولہ ووصینا الانسان بوالدیہ، ح:5736، ج:2، ص:883

[21] محمد بن عیسی الترمذی، جامع الترمذی، لاهور، مکتبہ رحمانیہ، (س ن) ج:2، باب ماجاء فی صلۃ الرحم، ص:455

[22] نساء، 4:2

[23] رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، کراچی، زمزم پبلشرز، (2007ء)، ج:5، ص:351

[24] البخاري، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمي کتب خانہ (1999)، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیما، ح:6005، ج:2، ص:888،

[25] قرطبي، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربي، (س ن)، ج:4، ص:138

[26] سورہ توبہ 9:120

[27] هود، 11:6

[28] النساء4:36

[29] البخاري، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمي کتب خانہ (1999) کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلایوذی جارہ، ح5784، ج2، ص889

[30] ایضا، کتاب الادب، باب اثم من لایامن جارہ بوائقہ، ح:5782، ج:2، ص:889

[31] ابو حامد محمد الغزالی، احیاء العلوم، مترجم ندیم الواجدی، کراچی، دار الاشاعت، (س ن)، ج:2، ص:344

[32] لقمان 31:، 14